3اگست 1961

از عدالت الاعظمیٰ

امرجیوتی اسٹون کرسٹنگ کمپنی

بنام

یونین آف انڈیا اور دیگران

(بی۔ پی۔سنہا، چیف جسٹس، ایس۔کے۔داس، اے۔کے۔سرکار، این راجا گوپالا آئینگر اور جے۔آر۔مدھولکر، جسٹسز)

کھدائی۔اجازت نامے سے انکار۔ معدنیات کی ملکیت۔مفروضہ۔ پنجاب لینڈ ریونیو ایکٹ، 1887(XVII آف 1887) دفعہ42۔

درخواست گزار کو کلکٹر نے پنجاب لینڈ ریونیو ایکٹ 1837 کی دفعہ 155(1) کے تحت تیار کردہ دہلی مائنر منرل رولز 1938 کے تحت 30 جون 1957 تک پتھر کی کھدائی کا اجازت نامہ دیا تھا۔اس اجازت نامے کی میعاد ختم ہونے پر درخواست گزار نے دوسرے اجازت نامے کے لئے درخواست دی لیکن اس نے اس بنیاد پر انکار کر دیا کہ زمین کو دہلی (عمارتوں کا کنٹرول) ایکٹ،1955 کے تحت کارروائی کے ذریعہ دیگر مقاصد کے لئے محفوظ" کنٹرولڈ ایریا" میں شامل کیا گیا تھا۔درخواست گزار نے ایک مقدمہ دائر کیا جس میں یہ اعلان کرنے کی درخواست کی گئی تھی کہ اسے اجازت نامے کے بغیر زمین سے پتھروں کی کھدائی کا حق حاصل ہے کیونکہ معدنیات کی ملکیت اس زمین دار کے پاس ہے جس سے اس نے زمین لی تھی اور کلکٹر کو اجازت نامہ دینے کے لئے, کیونکہ 1955 کے ایکٹ کے مطابق 30 دسمبر 1957 کے بعد 1955 کے بعد کام کرنا بند کر دیا تھا۔

منعقد، کہا گیا کہ درخواست گزار نے زمین میں معدنی حقوق کے لئے اپنا حق ثابت نہیں کیا تھا اور وہ اعلان کا حقدار نہیں تھا۔ پنجاب لینڈ ریونیو ایکٹ 1887 کی دفعہ 42(2) میں کہا گیا ہے کہ جب 18 نومبر 1871 کے بعد مکمل ہونے والے حقوق کے کسی ریکارڈ میں یہ واضح طور پر ذکر نہیں کیا گیا تھا کہ کوئی کھدائی حکومت کی ہے تو اسے زمین داروں کا مانا جائے گا۔ موجودہ کیس میں کسی بھی فریق نے حقوق کا ایسا کوئی ریکارڈ پیش نہیں کیا اور نہ ہی مالک کے حق میں کوئی مفروضہ لگایا جا سکتا ہے۔ مفروضہ تبھی پیدا ہوتا ہے جب حقوق کا ایسا ریکارڈ عدالت کے سامنے ہو اور دستاویز کے مندرجات سے بہہ جائے۔

مزید برآں، یہ بھی کہا گیا کہ اجازت نامے کی درخواست کو اچھی اور متعلقہ بنیادوں پر مسترد کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد دہلی (عمارتوں کا کنٹرول) ایکٹ، 1955 کی منسوخی نے اپیل کنندہ کو اجازت نامہ جاری کرنے کی ہدایت دینے والے حکم کا حق دار نہیں ٹھہرایا کیونکہ اس وقت اجازت نامے کے لئے کوئی اور درخواست زیر التوا نہیں تھی۔

دیوانی اپیلیٹ کا دائرہ اختیار: 1961 کی دیوانی اپیل نمبر 112۔

پنجاب ہائی کورٹ کے 26 ستمبر 1960 کے فیصلے اور حکم (سرکٹ بنچ) کے خلاف دہلی میں آر ایس اے نمبر 123 ڈی میں 1959 کے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل کی گئی۔

درخواست گزار کی طرف سے این ایس بندرا، آئی سی جین اور او پی رانا شامل ہیں۔

جواب دہندگان کی جانب سے سی کے دپتری، بی سین اور ٹی ایم سین شامل ہیں۔ 1 سے 3. جواب دہندہ نمبر 4 کے لئے تاراچند برج موہن لال۔

8/ اگست 1961ء کو عدالت کا فیصلہ سنایا گیا۔

جسٹس آینگر: یہ اپیل آئین کے آرٹیکل 136 کے تحت اس عدالت کی جانب سے 1959 کی دوسری اپیل نمبر 123 ڈی میں پنجاب ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف دی گئی چھٹی کے مطابق دائر کی گئی ہے۔

درخواست گزار فرم دہلی کے چیف کمشنر کے انتظام میں نارائنا گاؤں میں خسرہ نمبر 1621، 1616، 1652، 1653 اور 1703 کی لیز پر 21 دسمبر 1955 کو لیز پر ہے۔ کرایہ دار کی حیثیت سے فرم کھیتوں میں پتھر کی کچھ کھدائیوں پر کام کر رہی تھی جو اس کی لیز کا موضوع تھے۔ علاقے میں کھدائی کرنے کا افراد کا حق دہلی مائنر منرل رولز، 193 ایس میں شامل دفعات کے تابع ہے جو پنجاب لینڈ ریونیو ایکٹ، 1887 کی دفعہ 155 (1) کے تحت تفویض کردہ اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے تیار کیا گیا ہے۔ ان قواعد کے تحت کھدائی کرنے والوں کو اجازت نامہ دینے کے لئے کلکٹر کو درخواست دینی پڑتی ہے جو اپنی صوابدید پر اجازت نامہ دینے کا اختیار رکھتا ہے، ان اجازت ناموں کی مدت ایک سال ہے۔ جب اس طرح کی کھدائی ہوتی تھی تو قواعد میں متعین نرخوں پر رائلٹی پرمٹ ہولڈر کی طرف سے ادا کی جاتی تھی۔ تاہم قواعد نے واضح طور پر ان کے کام کرنے اور اجازت نامے یا رائلٹی کی ادائیگی کی ضرورت سے بچایا، پنجاب لینڈ ریونیو ایکٹ 1887 کی دفعہ 42 کے تحت کسی بھی معدنیات کی کھدائی زمین کے مالک کی زمین پر ثابت ہوئی جس میں جھوٹ کا حق تھا۔ درخواست گزار فرم نے ان قواعد کے تحت اجازت نامے کے لئے درخواست دی تھی اور حاصل کی تھی اور وہ اپنے لیز رائٹ کے آغاز سے لے کر 30 جون 1957 تک اس کے لئے مقرر کردہ رائلٹی ادا کر رہی تھی۔ کھدائی کے لئے اس کے بعد اجازت نامہ کے لئے اس کی درخواست منظور نہیں کی گئی۔ درخواست گزار فرم نے سول پروسیجر کوڈ کی دفعہ 80 کے تحت سرکاری حکام کو نوٹس جاری کیا اور مقدمہ دائر کیا جس میں سے موجودہ اپیل 8 اکتوبر 1957 کو سامنے آئی۔

درخواست گزار نے مقدمے میں دو اہم راحتوں کی درخواست کی: (1) یہ اعلان کہ اسے بظاہر اجازت نامے کے بغیر بھی سوٹ کی زمین سے پتھروں کی کھدائی کا حق حاصل ہے، اور (2) متبادل کے طور پر ایک مستقل حکم امتناعی کے لئے جس میں مدعا علیہان۔ یونین آف انڈیا اور کلکٹر اور دہلی ڈیولپمنٹ اتھارٹیز۔ کو پہلے کی طرح رائلٹی کی ادائیگی کے لئے ضروری اجازت نامہ جاری کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ مذکورہ بالا راحتوں

میں سے پہلی راحت اس عرضی پر مبنی تھی کہ جس زمین کے مالک سے لیز کے تحت مالکانہ حق کا دعویٰ کیا گیا تھا، اس نے اسے معدنیات کی ملکیت سونپی تھی، جس کے نتیجے میں اپیل کنندہ کو دہلی مائنر منرل رولز کے تحت اجازت نامے کی ضرورت کے بغیر کھدائی کرنے کا حق حاصل تھا۔ دوسری متبادل درخواست اس بنیاد پر کی گئی تھی کہ اگر مقدمہ کی زمین میں معدنی حقوق حکومت کے پاس ہیں، تب بھی درخواست گزار کو زمین پر کھدائی کا کام کرنے کا قانونی حق حاصل ہے اور کلکٹر کی طرف سے درخواست کردہ اجازت نامہ منظور کرنے کی ذمہ داری ہے۔ درخواست گزار کا مزید معاملہ یہ تھا کہ کلکٹر نے بدنیتی پر اجازت نامہ دینے سے انکار کر دیا، اور ان وجوہات کی بنا پر جو اس مقصد سے باہر تھیں جس کے لئے قانونی قواعد کے تحت اجازت نامہ دینے کا اختیار انہیں تفویض کیا گیا تھا۔ ٹرائل کورٹ نے ہر اہم معاملے پر اپیل گزار کے خلاف دائر مقدمہ خارج کر دیا اور اس فیصلے کی تصدیق ہائی کورٹ تک کی عدالتوں نے اب زیر التوا فیصلے میں کی ہے۔

درخواست گزار کے وکیل مسٹر بندرا نے اپنی عرضی کی حمایت میں دو اہم نکات پر زور دیا ہے۔ ان کی پہلی دلیل یہ تھی کہ ہائی کورٹ کے فاضل جج نے پنجاب لینڈ ریونیو ایکٹ کی دفعہ 42 کی دفعات کو غلط سمجھا اور غلط طریقے سے لاگو کیا اور اگر اس دفعہ کو صحیح طریقے سے سمجھا گیا تو درخواست گزار کے کرایہ دار کو مقدمہ کی زمینوں میں معدنی حقوق کا مالک قرار دیا جانا چاہئے۔ اس دلیل کو سمجھنے کے لئے دفعہ 42 کی شرائط طے کرنا ضروری ہے۔ اس میں لکھا ہے:

(1) جب 18 نومبر 1871ء سے پہلے مکمل ہونے والے کسی بھی ریکارڈ میں یہ واضح طور پر یہ نہیں کہا گیا ہے کہ کوئی جنگل، کھدائی، لاوارث، خالی، ویران یا بنجر زمین، بے ساختہ پیداوار یا زمین میں دیگر لوازمات زمین کے مالکان کی ملکیت ہیں، تو اسے حکومت کا مانا جائے گا۔

(2) جب اس تاریخ کے بعد مکمل ہونے والے حقوق کے کسی ریکارڈ میں یہ واضح طور پر فراہم نہیں کیا جاتا ہے کہ کوئی جنگل یا کھدائی یا ایسی کوئی زمین یا مفاد حکومت کی ملکیت ہے تو اسے زمین کے مالکان کا مانا جائے گا۔

(3) ذیلی شق (1) کے ذریعہ بنائے گئے مفروضے کو دکھا کر رد کیا جاسکتا ہے۔

(الف) تشخیص کے وقت تشخیص افسر کے ذریعہ بنائے گئے ریکارڈ یا رپورٹ سے، یا

(ب) اگر ریکارڈ یا رپورٹ خاموش ہے، تو جن گاؤں میں وہاں موجود تھے، ان کے جائزے اور اسی نوعیت کے گاؤں کے جائزے کے درمیان موازنہ کیا جائے جن میں کوئی جنگل یا کھدائی، یا ایسی کوئی زمین یا مفاد موجود نہیں تھا،

یہ کہ زمین کے محصولات کے تخمینے میں جنگل، کھدائی، زمین یا سود کو مدنظر رکھا گیا تھا۔

(4) جب تک اس مفروضے کی تردید نہیں کی جاتی، جنگل، کھدائی، زمین یا مفاد کو حکومت کا حصہ مانا جائے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ فاضل وکیل نے اپنی اس دلیل میں درست کہا ہے کہ ہائی کورٹ کے فاضل سنگل جج نے اس دفعہ کی ذیلی شق (4) کو غلط سمجھا اور ذیلی دفعہ (2) کے ذریعہ زمین دار کے حق میں اٹھائے گئے مفروضے پر بھی یکساں طور پر لاگو ہوتا ہے، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اپیل کنندہ اس معاملے کے حقائق پر مبنی ہے۔ ذیلی دفعہ (2) میں نافذ کردہ مفروضے کو نافذ کرنے کا حق دار ہے۔ یہ ایک عام بنیاد تھی کہ 1871 کے بعد دو بار نارائن گاؤں کے حوالے سے حقوق کا ریکارڈ تیار کیا گیا تھا، حالانکہ ان دستاویزات میں متعلقہ اندراج دونوں فریقوں کی طرف سے عدالت کے سامنے پیش نہیں کیے گئے تھے۔ مسٹر بندرا نے کہا کہ اگر یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ 1871 کے بعد کسی گاؤں کے حقوق کا ریکارڈ تیار کیا گیا ہے، تو ذیلی دفعہ (2) میں زمین کے مالک کے معدنیات کے حقدار ہونے کے حق میں مفروضہ راغب ہوا اور چونکہ موجودہ معاملے میں مدعا علیہان نے ریکارڈ آف رائٹس پیش نہیں کیے تھے اس لئے عدالت کو اس بنیاد پر کارروائی کرنی چاہئے تھی کہ اپیل کنندہ نے معدنیات پر اپنا حق ثابت کیا ہے۔ ہم دفعہ کی اس تعمیر کو قبول کرنے سے مکمل طور پر قاصر ہیں۔ دفعہ 42(2) حکومت کے خلاف ایک مفروضہ کھڑا کرتی ہے جب 18 نومبر 1871

کے بعد مکمل ہونے والے حقوق کے کسی بھی ریکارڈ میں یہ واضح طور پر یہ فراہم نہیں کیا جاتا ہے کہ کوئی کھدائی حکومت کی ملکیت ہے، لیکن یہ مفروضہ صرف اس وقت پیدا ہوتا ہے جب حقوق کا ریکارڈ عدالت کے سامنے ہوتا ہے اور پیش کردہ دستاویز کے مندرجات سے نکلتا ہے۔ ذیلی دفعہ کسی ایسے ریکارڈ کے مندرجات کے بارے میں مفروضہ پیش کرنے کا کوئی اختیار نہیں رکھتی جو پیش نہیں کی گئی ہے اور عدالت کے سامنے نہیں ہے۔ درخواست گزار کے فاضل وکیل بھی عدالت کو دستاویز پیش نہ کرنے پر مدعاعلیہان کے خلاف مفروضہ اخذ کرنے کی دعوت دینے میں حق بجانب نہیں ہیں، کیونکہ ریکارڈ آف رائٹس ایک عوامی دستاویز ہے اور اسی وجہ سے درخواست گزار کے لیے بھی دستیاب ہے جو تصدیق شدہ کاپی حاصل کرسکتا تھا اور اگر وہ اپنے کیس کی حمایت کرتا تو اسے دائر کرسکتا تھا۔ درخواست گزار نے سال 49-1948 کے لئے صرف گاؤں کا جمبندی بیان پیش کیا اور اس حقیقت پر بھروسہ کیا کہ اس میں حکومت کے معدنی حقوق کی مالک ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس دستاویز کے مندرجات کا گاؤں میں حاصل ہونے والی روایت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا کہ معدنیات کی ملکیت کا ذکر صرف واجب الارج میں ملتا ہے اور جمبندی کا بیان یقینی طور پر ایسی دستاویز نہیں ہے جس کی بنیاد پر دفعہ 42(2) میں مفروضہ لگایا جاسکے۔ لہٰذا موقف یہ تھا کہ حقوق کا متعلقہ ریکارڈ عدالت کے سامنے نہیں ہے اور اس کے نتیجے میں دفعہ 42 کی ذیلی دفعات (1) یا (2) کے ذریعے اٹھائے گئے مفروضوں کو حکومت یا مالک کے حق میں استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

تاہم عدالتوں کے سامنے دو حقائق تھے جن کی بنیاد پر معدنیات کے مالکانہ حق کا فیصلہ کیا جاسکتا تھا۔ پہلا یہ تھا کہ درخواست گزار معدنیات پر صرف کلکٹر سے حاصل کردہ طاقت یا اجازت نامے پر کام کررہا تھا اور جیسا کہ ہم پہلے بھی نشاندہی کرچکے ہیں، یہ صرف اس صورت میں ہوسکتا تھا جب اس کا کرایہ دار معدنیات کا مالک نہ ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فاضل وکیل نے درخواست گزار کے اس طرز عمل کی وضاحت اس بنیاد پر کرنے کی کوشش کی کہ ہوسکتا ہے کہ اس نے اپنے حقوق کے بارے میں غلطی کے تحت اجازت نامہ کے لئے درخواست دی ہو۔ تاہم اس سے اس کی کوئی مدد نہیں ہوتی، کیونکہ درخواست دینے سے درخواست گزار پر یہ ثابت کرنے کا بوجھ پڑے گا کہ یہ غلطی کے تحت کی گئی تھی اور عدالت کے اطمینان کے مطابق غلطی کی گئی تھی۔ اس

کی کوشش بھی نہیں کی گئی۔اس کے علاوہ، ایک مدعی جو یہ الزام لے کر عدالت میں آتا ہے کہ وہ معدنیات کا مالک ہے- اسے مقدمے میں کامیاب ہونے سے پہلے جائیداد پر اپنا حق ثابت کرنا ہوگا،لیکن اپیل کنندہ نے اپنے عنوان کو ثابت کرنے کے لئے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔مسٹر بندرا نے کہا کہ درخواست گزار کی ملکیت کے حق میں ایک مفروضہ انڈین ایویڈنس ایکٹ کی دفعہ 110 کے تحت پیدا ہوا کیونکہ اپیل کنندہ نے جائیداد پر تسلیم شدہ قبضہ کیا تھا۔تاہم، یہ مکمل طور پر زبردستی نہیں ہے، کیونکہ معدنیات کا قبضہ، جس سے اب ہمیں تشویش ہے، کلکٹر کی طرف سے دیئے گئے اجازت نامے کے تحت تھا، ایک ایسی صورتحال جس نے مائنر منرل رولز کی اسکیموں کے سلسلے میں معدنیات کی مدعی کی ملکیت کو واضح طور پر منفی بنا دیا۔لہٰذا مندرجہ ذیل عدالتوں کا یہ کہنا درست تھا کہ کان کے مالکانہ حقوق کی بنیاد پر اپیل کنندہ کا دعویٰ ناکام ہونا چاہیے۔

مدعا علیہان نے اس عدالت میں اضافی ثبوت وں کے اعتراف کے لئے ایک درخواست دائر کی ہے اور جن ثبوتوں کو قبول کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہ 1880 اور 09-1908 میں تیار کردہ مقدمہ گاؤں کے ریکارڈ آف رائٹس کے واجب الارز میں اندراج ہیں۔ یہ واضح طور پر اس حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں کہ حکومت گاؤں میں پتھر کی کانوں کی مالک تھی۔ درخواست گزار کے فاضل وکیل نے اس مرحلے پر اضافی ثبوت وں کے اعتراف پر سخت اعتراض کیا اور کہا کہ اگر درخواست کی اجازت دی جاتی ہے تو انہیں ان اندراجوں کی درستگی کو ثابت کرنے کے لئے ثبوت پیش کرنے کا موقع دیا جانا چاہئے۔ان اضافی دستاویزات کے بغیر بھی اپیل کنندہ کے حقوق کے بارے میں ہمارے نتیجے کے پیش نظر، ہم ان کو قبول کرنا ضروری نہیں سمجھتے ہیں۔ ہمارا ماننا ہے کہ درخواست گزار نے مقدمہ کی زمینوں میں معدنی حقوق کے لئے اپنا عنوان ثابت نہیں کیا ہے اور اس بنیاد پر اعلان کے لئے اس کے دعوے کو مندرجہ ذیل عدالتوں نے مناسب طریقے سے مسترد کر دیا تھا۔

فاضل وکیل کی طرف سے زور دیا گیا دوسرا نکتہ یہ تھا کہ اگرچہ یہ حکومت معدنیات کی مالک ہے اور مائنر منرل رولز، 1938 کے تحت کلکٹر کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے، پھر بھی کلکٹر درخواست گزاروں کو اجازت نامہ دینے کی قانونی ذمہ داری کے تحت ہے جب تک کہ اجازت نامہ سے انکار کرنے کی مناسب بنیاد

نہ ہو اور موجودہ معاملے میں اس کے انکار کی بنیادیں موجود ہوں۔ نامناسب اور بدنیتی پر مبنی۔ اس سلسلے میں یہ نشاندہی کی گئی تھی کہ کلکٹر نے 1955 کے ایکٹ 53 کے تحت تشکیل دی گئی دہلی ڈیولپمنٹ پراسیو اتھارٹی کی قرارداد کی وجہ سے اپیل کنندہ کے ذریعہ طلب کردہ اجازت نامہ مسترد کر دیا تھا۔ اس اتھارٹی کی کارروائی کی وجہ سے مقدمہ میں زمین کو" ایک کنٹرولڈ ایریا" میں شامل کیا گیا تھا، یعنی ایک ایسا علاقہ جو دوسرے مقاصد کے لئے مختص تھا، جس کے نتیجے میں اس میں کھدائی پر پابندی لگانا مناسب اور مناسب سمجھا گیا تھا۔ عرضی میں یہ الزام لگایا گیا تھا کہ کلکٹر نے سوٹ لینڈ میں تیل کی کھدائی پر پابندی لگانے کے معاملے میں بورڈ کی سفارش کو نافذ کرنے میں نامناسب کام کیا۔ تاہم، ہمارے سامنے فاضل وکیل نے اس موقف کو سنجیدگی سے قبول نہیں کیا کہ اگر زمین 1055 کے ایکٹ 53 کے تحت "کنٹرولڈ ایریا" میں ہے اور اس سے ملحقہ رہائشی علاقے میں رہنے والے لوگوں کی صحت کے مفاد میں کھدائی پر پابندی لگانے کی ضرورت ہے (وہ کھدائی کرتے ہیں، اور کلکٹر کو ڈیولپمنٹ اتھارٹی کی طرف سے اس حقیقت سے آگاہ کیا گیا تھا، اجازت دینے سے انکار کرنے والے کلکٹر کے حکم کو کامیابی سے رد نہیں کیا جا سکا۔ لیکن فاضل وکیل نے زور دے کر کہا کہ 1055 کا ایکٹ 30 دسمبر 1957 کے بعد نافذ ہونا بند ہو گیا تھا جب اس کی جگہ دہلی ڈیولپمنٹ ایکٹ 1957 نے لے لی تھی اور بعد میں اس قانون کے تحت ٹائر ایریا کو اتنا نوٹیفائی نہیں کیا گیا تھا۔ اس بدلی ہوئی صورت حال کے پیش نظر دلیل یہ تھی کہ جس تاریخ کو ٹرائل کورٹ نے فیصلہ سنایا تھا اس تاریخ کو اس حقیقت کا عدالتی نوٹس لینا چاہیے تھا کہ 1955 کا ایکٹ 53 نافذ العمل نہیں ہے اور اس کے تحت جاری ہونے والا نوٹیفکیشن ختم ہو چکا ہے، اور اگر ان معاملات کو مدنظر رکھا جائے تو اپیل گزار کو اس بات کا واضح قانونی حق حاصل ہے کہ وہ منڈمس کو راحت دے جس کے لیے اس نے دعا کی تھی۔ کلکٹر کو مانگی گئی اجازت دینے کی ہدایت دی۔ اس مقدمے کے مقصد کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ان حدود کا جائزہ لیا جائے جن کے تحت عدالت بعد کے حقائق کو مدنظر رکھ سکتی ہے اور ایسے حقائق کی بنیاد پر راحت فراہم کر سکتی ہے۔ جہاں تک اپیل گزار کا تعلق ہے تو اس کا موقف یہ تھا: اس نے کلکٹر کو ایک درخواست دی تھی کہ اسے کھدائی کی کہانیوں کی اجازت دی جائے اور اس سے انکار کر دیا گیا تھا۔ یہ وہ انکار تھا جسے غیر قانونی قرار دیتے ہوئے چیلنج کیا گیا تھا اور اسی بنیاد پر درخواست میں لازمی حکم امتناع کی معافی مانگی گئی تھی۔ اگر اپیل گزار یہ کیس بنانے میں کامیاب ہو جاتا تو یہ ایک بات ہوتی کہ کلکٹر کا اپریل-مئی

1957 میں اجازت دینے سے انکار نامناسب تھا لیکن یہاں ایسا نہیں ہے۔ دلیل یہ تھی کہ ٹرائل کورٹ کو اس حقیقت کو دھیان میں رکھنا چاہیے تھا کہ درخواست دائر کرنے کے طویل عرصے بعد اجازت سے انکار کو جواز فراہم کرنے والا قانون یا حکم ختم ہوگیا تھا اور اس سے درخواست گزار کو اجازت نامہ حاصل کرنے کا حق حاصل ہوگیا تھا۔ ہماری رائے میں یہ دلیل ایک غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اگر درخواست گزار کی درخواست کو مقدمے سے پہلے کلکٹر نے مناسب طریقے سے مسترد کر دیا تھا، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اتھارٹی کے سامنے اجازت نامہ دینے کے لئے کوئی درخواست زیر التوا نہیں تھی۔ یہ عام بات ہے کہ ٹرائل کورٹ میں ان کارروائیوں کے زیر التوا رہنے کے دوران حقائق کی تبدیل شدہ حالت کی بنیاد پر کلکٹر کو کوئی نئی درخواست نہیں دی گئی تھی۔ نتیجتاً کلکٹر کے سامنے کوئی درخواست زیر التوا نہیں تھی جسے عدالت کی طرف سے لازمی حکم امتناعی کے اجراء کے ذریعے ہدایت دی جا سکے۔ لہذا یہ واضح ہے کہ 1955 کے ایکٹ 53 کی شکل میں قانون میں تبدیلی سے اپیل کنندہ کو اس مقدمے میں کوئی راحت حاصل کرنے میں مدد نہیں ملتی ہے۔

ہم نے جو نقطہ نظر اختیار کیا ہے اس میں ہمارے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم اس نکتے پر بحث کریں جس پر ذیلی عدالتوں میں بحث کی گئی ہے کہ آیا ایسے معاملات میں جہاں حکومت کسی جائیداد کی مالک ہے اس کے انتظام اور کنٹرول میں اس کی صوابدید عدالت کی ہدایات کا موضوع ہو سکتی ہے جب تک کہ، یقینا، قانون یا قانونی قاعدہ افراد کو کسی خاص حقوق کا دعوی کرنے کے قابل بناتا ہے۔

اپیل ناکام ہوجاتی ہے اور اخراجات کے ساتھ خارج کر دی جاتی ہے۔

اپیل خارج کردی گئی۔

Sheikh Javiad Alam
2024.06.12 15:08
I am the author of this document